ہفت تماشائے مرزا قتیل

ڈاکٹر محمد عمر صاحب - استاذ جامعہ ملیہ اسلامیہ - نئی دہلی

(۲)

ہفتم رام اوتار - ولد راجہ جسرت. جس کا پایۂ تخت اودھ تھا. اڑلیسہ سے سندھ تک کا علاقہ اُس کے زیر نگیں تھا. اُوڑیسہ ایک شہر کا نام ہے، جو ہندوستان کی سرحد پر اور دریائے شور کے قریب واقع ہے کہا جاتا ہے کہ راجہ جسرت (قوم کا) کھتری تھا - وہ اپنی تین بیبیوں پر بہت عنایت کرتا تھا اُن میں سے ایک کا نام کوشلیہ تھا اور رام اُسی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے دوسری عورت کا نام کیکئی تھا، جس کا بیٹا بھرت تھا اور تیسری عورت کے بطن سے دو لڑکے جڑواں پیدا ہوئے تھے ان میں سے ایک کا نام سترکن اور دوسرے کا لچھمن تھا. ہندوؤں میں یہ بات مشہور ہے کہ لچھمن رام سے ایسی محبت کرتا تھا جو سوتیلے بھائیوں میں بہت کم پائی جاتی ہے. یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رام اور پرسرام کی باہم ملاقات ہوئی تھی. یہ بات اس عقیدہ کو باطل کرتی ہے کہ پرسرام کی روح رام کے بدن میں حلول کر گئی تھی. چونکہ ملاقات کے وقت دونوں اوتاروں میں کشتی واقع ہوئی اور رام کی طاقت پرسرام پر غالب آگئی. پرسرام حیرت میں پڑ گیا. کیونکہ ہندوؤں کے مذہب میں انسانی طاقت اوتار کی طاقت پر غالب نہیں آسکتی. چونکہ اُسے پہلے سے ہی اس بات کا علم تھا کہ اُس کے بعد رام نامی خدا - اوتار ظاہر ہوگا. پرسرام نے عاجز ہوکر پوچھا کہ شاید رام نامی اوتار کا ظہور ہو چکا ہے اور ایسا گمان ہوتا ہے کہ تم ہی رام ہو. رام نے اِس کا اقرار کیا پرسرام نے معذرت پیش کی اور ہنومان، جس کو ہندو خاصانِ درگاہِ الٰہی میں سے سمجھتے ہیں، ایک بندر کا نام ہے جو رام کے ساتھ گھومتا تھا. القصہ رام ریاضت کرنے والا اور عفت شعار انسان تھا. صرف ایک عورت کے علاوہ جس کا نام سیتا تھا، اُسے کسی دوسری عورت سے کوئی سروکار نہ تھا.

آٹھواں اوتار کشن تھا۔ اس کو کنہیا بھی کہتے ہیں۔ اس کے والد کا نام باسدیو اور ماں کا نام دیوکی تھا۔ باسدیو بھی کھتری تھا۔ چونکہ ابتدا میں (نند کی بیوی) جسودھا نے جو ایک اہیر عورت تھی اُسے دودھ پلایا تھا اور اسی قوم میں پرورش ہوئی تھی اور وہیں پلا بڑھا تھا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کشن اہیر تھا لیکن یہ خیال غلط محض ہے جسودھا، کنہیا کی دایہ تھی اور نند اُس کے شوہر کا نام تھا۔ اور اہیر ہندوؤں کا ایک نیچ فرقہ ہے۔ اس فرقے کے لوگ گائیں اور بھیڑیں چراتے ہیں ان کا دودھ دوہتے ہیں اور دودھ مکھن، دہی وغیرہ حلوائیوں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں۔ اسی فرقے کی طرح ایک فرقہ مسلمانوں میں ہے جسے گھوسی کہتے ہیں۔ یہ لوگ مذکورہ بالا اشیاء کے علاوہ پنیر بھی بیچتے ہیں۔ اہیروں کے برخلاف جو پنیر کی تجارت نہیں کرتے۔ ابتدا میں کنہیا بہت حسین، خوش اندام اور گورے رنگ کا تھا۔ مگر آخر میں سانپ کے ڈس لینے کی وجہ سے سیاہ فام ہوگیا تھا لیکن اُس کی سیاہی بھی ایسی خوش ترکیب تھی کہ دلوں کو موہ لیتی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اہیر قوم کی خوبصورت اور نوجوان عورتیں دہی اور مسکہ لے کر اس راستے پر جہاں کرشن مرلی بجاتا تھا آیا کرتی تھیں اور اُس کے ساتھ چُھلیں اور چھیڑ چھاڑ کرتی تھیں۔ بعض لوگ کشن کے بارے میں فسق کا خیال بھی کرتے ہیں مگر بعض لوگ اسے معصوم مانتے ہیں۔ فرقہ ثانی کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ بذاتِ خود ان عورتوں کی طرف مائل اور راغب نہیں ہوتا تھا بلکہ یہ عورتیں اُس کے راستے پر خود بخود آجایا کرتی تھیں۔ یعنی بچپن میں جب وہ اپنی دایہ کے کہنے پر گائیں چرانے جایا کرتا تھا تو عورتیں خود اُس کے پیچھے پیچھے آتی تھیں۔ اِس دایہ کے گھر میں اس کی پرورش فلاکت اور ناداری کی وجہ سے نہیں ہوئی تھی بلکہ اپنے ماموں (کنش) کے ڈر کی وجہ سے جو اُس عہد کا راجہ تھا اور نجومیوں کی زبانی اُس نے سُن رکھا تھا کہ اُس کا بھانجہ اُس کے قتل کا باعث ہوگا۔ لہٰذا وہ برابر اس خیال میں رہتا تھا کہ جب اُس کی بہن کے اولاد ہو تو وہ اُسے قتل کرڈالے۔ چونکہ کنہیا کی ماں کو بھی اس بات کی اطلاع مل چکی تھی۔ اُس نے اپنے بھائی کے خوف سے نومولود کشن کو خفیہ طریقے سے اِس دایہ کے سپرد کردیا تھا۔ تاکہ وہ اپنے گاؤں میں لے جاکر اس کی پرورش کرے اور یہ ظاہر کرے کہ یہ لڑکا اسی کا ہے۔

اور مُرلی، بانس کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے جس میں سوراخ کرکے اُسے بجاتے ہیں۔ اس کی آواز بہت

دلپذیر اور خوش آیند ہوتی ہے۔ کنہیا اس ساز کو خوب بجاتا تھا۔ کنہیا کے ماموں کا پایہ تخت متھرا تھا۔ متھرا سے دو کوس کے فاصلے پر گوکل نامی ایک بڑا قصبہ ہے جسے بندرابن کہا جاتا ہے۔ یہ دونوں شہر یعنی بندرابن اور متھرا جمنا کے کنارے واقع ہیں اور یہ دونوں مقام کنہیا کے عشرتکدہ ہیں۔ بندرابن اور متھرا کے درمیانی میدان کو ہندو بن کہتے ہیں۔ ہندی میں بن کے معنی میدان اور صحرا کے ہیں لیکن یہ معنی محض لغوی ہیں۔ کیونکہ ہر میدان اور صحرا کو بن نہیں کہہ سکتے اور ہندوؤں کی اصطلاح میں بن خاص طور سے اُسی مقام کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ جب کوئی یہ کہتا ہے کہ میں "بن" جانے کا ارادہ رکھتا ہوں تو یہی سمجھا جاتا ہے کہ وہ متھرا اور بندرابن جاتا ہے۔ دوسرے جنگل تو وحشت ناک اور ڈراونے ہیں مگر یہ جنگل ہندوؤں کے مذہبی عقیدہ کے مطابق تازگی روح اور شگفتگی دل کا باعث ہے اور جس علاقے میں یہ جنگل واقع ہے اُسے برج کہتے ہیں۔ یہ سارا کا سارا علاقہ خاکِ عشق اور زمین محبت تصور کیا جاتا ہے۔ مذکورہ دو مقاموں کے علاوہ اور بھی دو جگہیں کنہیا کی عشرت گاہیں ہیں۔ گوردھن اور برسانہ۔ یہ دونوں مقام بھی بن کہلاتے ہیں۔ مگر یہ برج کی جان ہیں۔ برسانہ رادھا کا مسکن و مولد ہے، جو کنہیا کی محبوبہ اور معشوقہ تھی اور اُس پر عاشق بھی تھی۔

اس طائفہ کی روایاتِ متواترہ کے مطابق کنہیا کے ایک ہزار چھ سو گوپیاں تھیں اس کی ایک کرامت یہ تھی کہ اگر کوئی کنہیا کی صورت کا مشتاق ہوتا اور وہ اُس کی کسی گوپی کے گھر جاتا تو کنہیا کو وہیں پاتا۔ اگر ہزار اشخاص جُدا جُدا ہزار گوپیوں کے گھروں میں جاتے تو وے لوگ اس کو ہزار جگہ پاتے مختصر یہ ہے کہ اس اوتار کے زمانے میں رس بہت تھا۔ رس ہندی زبان میں مرد و زن کی ملاقات کی لذت کو کہتے ہیں۔ یہ تو اصطلاحی معنیٰ ہیں ورنہ رس کے لغوی معنی محض لذت کے ہیں۔ یہ کچھ مرد اور عورت ہی پر موقوف نہیں ہے اور برج کی ہندی زبان (جسے بھاکا بھی کہتے ہیں اس) کے اشعار رادھا اور کنہیا کے ذکر سے مملو ہیں اور ان اشعار میں عشق کا اظہار عورت کی طرف سے ہوتا ہے۔ کیونکہ شعر تین حالتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ یا تو اس میں عشق کا بیان ہوگا مرد کی جانب سے عورت کے لئے یہ عربی زبان کے لئے مخصوص ہے۔ یا اس کے برعکس ہوگا اور یہ ہندوستان والوں کا شیوہ ہے۔ یا مرد کی طرف سے اظہار عشق

مرد کے لئے ہوگا جو عجم کے باشندوں کا طریقہ ہے۔ چنانچہ فارسی اشعار میں یہی بات پائی جاتی ہے۔ ہندوستان میں اس طرح کے اشعار دو قسم کے پائے جاتے ہیں۔ اگر دو مصرعوں کے ہیں تو ان کو "دوھا" کہتے ہیں اور اگر چار مصرعوں کے ہیں تو ان کو کبت کہا جاتا ہے اور اس زبان کے شاعر کو کب (کوی) کہتے ہیں۔ ان اشعار میں عمدہ مضامین، معانی نغز، عجیب وغریب استعارات و تشبیہات پائی جاتی ہیں۔ یہ ریختہ سے الگ ہے۔ کیونکہ شاہجہاں آباد کی زبان میں شاعری کو ریختہ کہتے ہیں۔ اس میں اکثر اشعار عربی و فارسی الفاظ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ریختہ میں بھی معشوق مرد ہے عورت نہیں ہے اور یہ شاعری فارسی بحروں پر مبنی ہے۔ اسی مناسبت سے اسے ریختہ کہا جاتا ہے۔

گوکل جمنا کے اُس پار واقع ہے۔ چونکہ کنہیا نے گوکل میں پرورش پائی تھی، اس وجہ سے اس کا ذکر بھی بھاکا شاعری میں پایا جاتا ہے۔ لیکن یہ برج کی زمین داخل نہیں ہے۔ ہندوستان کے بعض نادان لوگ اس خیال کے تحت کہ کنہیا بہت دنوں تک برج میں رہا تھا، یہ خیال رکھتے ہیں کہ گوکل بھی برج میں شامل ہے مگر اس فرقہ کے بعض محققین کا جنھوں نے اپنی تمام عمر کتب بینی میں صرف کی ہے یہ خیال ہے کہ دنیا میں کنہیا کے آنے کا مقصد دھرتی (زمین) کو آدمیوں کے بوجھ سے ہلکا کرنا تھا۔ کہتے ہیں کہ زمین نے بہت زیادہ بوجھل ہوجانے کی وجہ سے فریاد کی تھی۔ لہذا کنہیا وجود میں آئے اور پانڈ کے راجہ کی اولاد کو دُریودھن اور دھرتراشٹ کی اولاد سے لڑا کر دھرتی کو سبکدوش کر دیا۔ پانڈ ہندوستان میں کھتری قوم کا ایک راجہ تھا۔ اس کی عورت کا نام کنتی تھا۔ یہ کنتی کنہیا کی پھوپھی تھی۔ اس کے بطن سے چار لڑکے پیدا ہوئے اُن میں پہلے اور سب سے بڑے لڑکے کا نام کرن تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ بہت شجاع اور سخی تھا۔ چنانچہ سخی راجاؤں کو ہندوستان میں آج تک "اپنے وقت کا کرن" کہتے ہیں۔ دوسرا جدھشٹر، تیسرا بھیم، اُس کو جسمانی طاقت اور قوت میں پہلوانوں کا سردار سمجھتے ہیں اور چوتھا اَرجُن، وہ بھی بہت دلاور تھا۔ اُس کی تیر اور کمان مشہور ہے۔ قدیم ہندی میں اَرجُن کے تیر کو "اَرجُن بان" کہتے ہیں۔ راجا پانڈ کی دوسری بیوی کے بطن سے دو لڑکے اور تھے۔ ایک کا نام نکل اور دوسرے کا سہدیو تھا۔ کنہیا کی سوتیلی بہن ارجن کی بیوی تھی جس کا نام دروپدی تھا۔ آج کے برخلاف اس زمانہ میں ماموں کی لڑکی سے شادی کرنا ہندوؤں میں

معیوب نہ سمجھا جاتا تھا۔ اب تو ماموں، چچا، خالہ اور پھوپھی کی لڑکیوں بلکہ ایک ہی نسبی سلسلہ کی لڑکی سے شادی کرنا بہن کی طرح حرام سمجھتے ہیں۔

اور دروپدی جو کنہیا کی بہن اور ارجن کی بیوی تھی اُسے ضرورت کے وقت اَرجُن کے تمام بھائی خواہ سگے ہوں یا سوتیلے (سوائے کرن کے جواُن سے علیحدہ زندگی بسر کرتا تھا) اپنے استعمال میں لاتے تھے اور اُن کے مذہب میں یہ عمل بُرا نہیں تھا۔ اور اُن کے مذہب میں پردہ کا رواج بھی نہیں ہے بلکہ ان ہی پر کیا موقوف ہے اسلام کے علاوہ کسی مذہب میں بھی عورت مرد سے منہ نہیں چھپاتی۔ لیکن چونکہ شریف مسلمانوں میں عورت کا بے پردہ ہونا بہت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ لہذا اسلامی ملکوں میں دوسرے مذاہب کے شرفاء بھی اپنی عورتوں کو پردہ میں بٹھانے لگے۔ پردے کے علاوہ غیرت وحمیت بھی اہلِ اسلام پر ختم ہے۔

ہندوؤں کے مذہب میں رقص اور سرود کو عبادت میں شمار کرتے ہیں اور بڑے بڑے ذی عزت راجاؤں کی لڑکیاں بھی ہمیشہ رقص کی تعلیم حاصل کرتی تھیں اور اُن کے لڑکے ساز بجاتے تھے، مردوں کا رقص کرنا بھی معیوب نہیں تھا۔ یہی حالت ہندو فرقہ کے علاوہ دوسرے فرقوں کی تھی۔ لیکن ہندو فن موسیقی اور رقص میں مہارت رکھتے ہیں۔ دوسرے فرقے کے لوگ اس فن میں ناقص اور اناڑی ہیں یعنی دوسرے لوگ بھی اگرچہ گانا بجانا تقلیداً سیکھتے ہیں تاکہ امراء کی محفلوں میں اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو نچوائیں اور خود بھی ناچیں۔

الغرض راجا پانڈ کے مذکورہ لڑکوں اور اُس کے چھوٹے بھائی کے درمیان جو بصارت سے محروم تھا، اختلاف پیدا ہوا تو کنہیا نے راجا یدھشٹر اور اُس کے بھائیوں کو (راجا کے سوا) جنگ پہ آمادہ کردیا (وہ خود اس جنگ میں شامل نہیں ہوا) اس جنگ عظیم کو ہندی میں مہابھارت کہتے ہیں۔

مغل فرمانروا اکبر اعظم کے وزیر ابوالفضل اور اس کے بڑے بھائی فیضی فیاضی نے، نیز دوسرے انشا پردازوں اور سوانح نگاروں نے اس فرقے کے رہنماؤں کی زندگی بہت عمدہ پیرائے میں فارسی زبان میں لکھی ہے۔ چونکہ شیخ فیضی کے غلو کے باعث شیخ عبدالقادر بدایونی اُس سے عداوت رکھتا تھا۔ اُس نے ہندی کی کتابوں کے ترجمے کو، جو بادشاہ کے حکم سے ہوا تھا اُس کے کافر ہونے کی دلیل قوی قرار دے کر

اس پر کئی بہتان لگائے ہیں۔ اور تاریخ بدایونی میں، جو اُس کا سرمایۂ حیات ہو، فیضی کو ذلیل ورسوا کیا ہے۔ اب میں اپنے اصلی مقصد کی طرف رجوع ہوتا ہوں۔

دھرراشٹ، راجہ پانڈ کا برادر اعیانی ہے۔ اُس کے دو نامور فرزند تھے۔ ایک جرجودھن، جو لشکر کا سردار تھا۔ دوسرا دساسن۔ پانڈ کا بڑا لڑکا کرن بھی جسے سورج کا بیٹا کہتے ہیں، اپنے چچا زاد بھائیوں کے ساتھ شریک ہوگیا۔ سورج کی اولاد میں مشہور ہونے کا سبب یہ ہے کہ راجا پانڈ آخر میں قوتِ باہ سے محروم ہوگیا تھا، تو اُس کی بیوی کنتی، اپنے شوہر کے حکم سے دیوتاؤں کے پاس چلی گئی تھی۔ دیوتاؤں کا مفہوم درگاہِ الٰہی اور صاحب کرامت کو کہتے ہیں۔ اور ہندوؤں کے نزدیک فضیلت صرف انسان تک ہی محدود نہیں بلکہ حیوانات نباتات، جمادات اور ستاروں میں بھی یہ صفت ہوسکتی ہے۔ اس تعریف کے بعد یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ جب سورج نے کنتی سے ہم بستری کی تو اُس سے جو اولاد ہوئی اس کا نام کرن رکھا گیا۔ ارجن کا باپ بھی ایک باعظمت دیوتا تھا۔ پانی، ہوا، آسمان، دیو اور پریاں اس کے فرماں بردار ہیں۔ وہ ہمیشہ آسمان میں رہتا ہے جس مجلس میں اس کے سامنے پریاں رقص کرتی ہیں اُسے ہندی میں "اندر کا اکھاڑا" کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب ارجن دشمن کے لشکر پر تیر پھینکتا تھا تو کمان سے تیر کے نکلتے ہی مخالف فوج کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جاتا تھا۔ اور موسلا دھار بارش بڑے بڑے اولوں کے ساتھ پڑنے لگتی تھی۔ جدھشٹر کے باپ کا نام دھرم تھا دھرم کا لغوی مفہوم اعتقاد راسخ "پاس سخن" اور "خیر" ہے۔ ہندوؤں کے نزدیک ہر چیز واصل بحق اور صاحب کرامت ہانے بزرگ ہے، چاہے وہ کنکر پتھر ہی کیوں نہ ہو یا واہمہ کی اختراع ہو۔ قصہ مختصر یہ کہ دونوں لشکر اٹھائیس چھاؤنی پر مشتمل تھے۔ جرجودھن کے لشکر کی دس چھاؤنی اور اٹھارہ چھاؤنی جدھشٹر اور ارجن کے لشکر کی تھیں۔ لیکن راجا جدھشٹر بذات خود جنگ کرنے کے لئے نہیں گیا۔ اُس نے ارجن کو لشکر کا سپہ سالار اور صلح وجنگ کا مختار بنا دیا تھا۔ ایک چھوٹی (چھاؤنی) چھیانوے (۹۶) کروڑ آدمیوں کی ہوتی ہے اور ہندوؤں کے حساب سے کروڑ سو لاکھ کے برابر ہے۔ اور لاکھ سو ہزار کے غرض دونوں لشکر باہم جنگ کر کے ختم ہوگئے۔ اس معرکہ میں کنہیا، ارجن کا رتھ بان[1] تھا۔ رتھ ہندوستان

[1] مرزا قتیل نے رتھ کے ڈھانچے اور اس کے بنانے کے طریقے کا بڑا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ اس کا خلاصہ (باقی صفحہ آئندہ پر)

کے قدیم راجاؤں کی سواری ہے۔ زیادہ تر سردار رتھ پر سوار ہو کر جنگ کرتے ہیں اور فارسی زبان میں بان محافظ کو کہتے ہیں، جیسے باغبان، دربان، پاسبان وغیرہ میں ... اس زمانے میں تجارت پیشہ ہندو یا مہاجن اور صراف وغیرہ اپنی سواری کے لئے رتھ ورنہ چوپالہ رکھتے ہیں۔ ہندوستان کے امرار نے اتنے بڑے بڑے رتھ بنائے ہیں کہ ان میں بیلوں کے بجائے ہاتھیوں سے کام لیتے ہیں۔ اور جے نگر کا راجہ ہر قسم کے چار پایوں کو رتھ میں جوتتا ہے۔ حتی کہ بھیڑ اور بکری کو بھی نہیں چھوڑتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس نے ایک بڑی رتھ بنوائی تھی جسے ۴۰ گھوڑے کھینچتے تھے اور رتھ کے اندرونی حصے کو اس نے اپنے اور خادموں وغیرہ کے لئے الگ الگ تقسیم کر دیا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے دالان میں دیواریں وغیرہ بنا لیتے ہیں۔ اس نے رتھ میں بھی دیواریں لکڑی اور رسی کی مدد سے بنالی تھیں۔ ان پر پردے چڑھا دیئے تھے۔

غرض یہ کہ کہنیا جو ارجن کا رتھ بان تھا وہ اس طرح نہیں تھا جیسے دوسرے رتھ بان اپنے آقاؤں کے ملازم ہوتے ہیں بلکہ وہ اس کا پیرو مرشد تھا۔ اور کہنیا کے قدموں کی خاک کو ارجن اور اس کے بھائی آنکھوں سے لگاتے تھے۔ لیکن چونکہ ارجن کا بڑا بھائی کرن فریق مخالف یعنی جرجودھن سے ملا ہوا تھا۔ اور کوئی شخص اس کے تیر کی تاب نہیں لا سکتا تھا۔ اس لئے طرف ثانی کے تیر سے ارجن کی حفاظت کے لئے کرشن کہنیا رتھ بان کی جگہ بیٹھ گئے تھے۔ چنانچہ جب کرن تیر پھینکتا تھا تو ارجن کا رتھ چار قدم پیچھے ہٹ جاتا تھا اور جس وقت ارجن تیر چلاتا تھا کرن کا رتھ بہتّر (۷۲) قدم پیچھے ہٹ جاتا تھا۔ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق اس رتھ پر کہنیا کے بیٹھنے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ: یہاں درج کیا جاتا ہے۔ پتلی لکڑیوں کو اچھی طرح سے تراش کر ایک برجی بنائی جاتی تھی پھر اس پر چمڑا یا موٹا کپڑا منڈھ دیا جاتا تھا۔ اور نیچے جو سواریوں کے بیٹھنے کی جگہ ہوتی تھی اسے ریشم کی رنگین ڈوریوں سے یا بید سے بُن دیتے تھے۔ اس برجی کے تین طرف چھوٹے چھوٹے دروازے چھوڑ دیتے تھے یعنی دائیں بائیں اور سامنے لیکن پیچھے حصہ کو جہاں رتھ پر بیٹھنے والے کے لئے تکیہ لگی ہوتی تھی رسی یا پرنسے سے ڈھک دیا تھے۔ کیونکہ گرنے کا ڈر رہتا تھا۔ بیلوں کی جوڑی رتھ کو کھینچنے کے استعمال ہوتی تھی (برائے تفصیل ملاحظہ ہو ص ۲۱)

کی برکت سے اتنا فرق رہ گیا تھا، ورنہ کرن تو ارجن کو ایک ہی تیر میں مار ڈالتا۔ اور کرن کی تیراندازی کا یہ کمال ہے کہ وہ کرشن کے ہوتے ہوئے بھی جو خدا کا اوتار اور خدائی صفات والا تھا کرن کا تیر اپنا اثر دکھا جاتا تھا۔

یہ داستان تو ختم ہوئی اب سنیئے کہ جب کنہیا کا انتقال ہوا تو جگنا تھ پیدا ہوا جو اس زمانہ کے تمام اوتاروں کا پیشوا اور مالک تھا اور اس کی زیارتگاہ اڑیسہ میں سمندر کے کنارے پر واقع ہے اگرچہ اس مندر میں اکثریت ہندو خدمتگاروں کی ہے لیکن تمام دروازوں کی کنجیاں مغلوں کے قبضہ میں رہتی ہیں اور قصّہ تواتر کے ساتھ سُنا گیا ہے کہ کسی زمانہ میں صالح بیگ نامی ایک مغل ایران یا توران کی ولایت سے اُڑیسہ میں وارد ہوا۔ چونکہ وہ نہایت مفلس اور مفلوک الحال تھا، رات کو بھوکا سو رہا۔ صبح کو سیر کرتا ہوا اُس مندر کے قریب جا پہونچا اور لوگوں سے پوچھا یہ کیا ہے؟ کسی ہندو نے بتایا کہ خدا کا گھر ہے۔ اس نے جگنا تھ کے فضائل بیان کئے مغل تنگ دستی اور بھوک سے بے حال ہو رہا تھا۔ اُس مندر میں داخل ہونا چاہا ہندوؤں نے نہ جانے دیا مغل نے کہا کہ اس آستانے کو میں اُس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک مجھے ایک گھوڑا اور دس ہزار روپیہ نہیں ملیگا۔ غرض تین دن رات وہ وہیں پڑا رہا۔ ہندوؤں نے ہر چند اسے کھانا پانی دینا چاہا اُس نے قبول نہیں کیا۔ چوتھے دن جگنا تھ خود نمودار ہوئے اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر مندر میں لے گئے وہاں اسے کھانا کھلایا۔ اُس کی مراد کے مطابق گھوڑا اور نقدی بھی دی۔ مغل نے ان دونوں چیزوں کو ٹھکرا دیا اور کہا کہ میں اس آستانہ پر کمال حاصل کرنے کے مقصد سے بیٹھا تھا وہ مجھے مل گیا، تو اب کہاں جاؤں۔ جگنا تھ نے جب اسے اپنی محبت میں ثابت قدم دیکھا تو اُسے مندر کا متولی بنا دیا، اور اپنے دوسرے پجاری اُس کے تابع فرمان کر دیئے۔ چنانچہ اب اس مندر میں جو کچھ بھی نقدی اور تحائف بطور نذر آتے تھے ان کا مالک صالح بیگ تھا۔ وہ جسے جو کچھ چاہتا دیتا اور اس مندر میں لوگوں کا رہنا یا نہ رہنا بھی اُس کی مرضی پر منحصر تھا اور اگر وہ دس آدمیوں کو بھی مندر سے باہر نکال دیتا تو کسی کو اُس کے خلاف دم مارنے کی ہمت نہیں ہو سکتی تھی اور دس نئے آدمیوں کو مندر میں جگہ دیدیتا تو کوئی شخص چون وچرا نہیں کر سکتا تھا اور ایک روایت کے مطابق ہندو اس کا جھوٹا کھانا کھا لیتے تھے لیکن اس کے بعد سے ظاہر یا باطن میں اسلام سے کوئی تعلق نہیں رہا تھا۔ اب بھی وہ جگہ صالح بیگ کی اولاد کے قبضہ میں ہے اور وہ دن رات جگنا تھ کی پرستش میں مشغول ہیں۔ ان کی صورت بھی ہندوؤں کے مشابہ ہیں۔ صالح بیگ کے علاوہ ان میں بھی اور لوگ اسی طرح کے ہو گئے ہیں۔ (باقی)